سلسلہ مطبوعات ۲۴

حکیم صادق سیالکوٹی

کی کتاب

صلوٰۃ الرسول

کے بارے میں

از قلم

رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام

مولانا محمد ابوبکر غازیپوری

ناشر اتحاد اھل السنۃ والجماعۃ پاکستان

سلسلہ مطبوعات

۲۴

حکیم صادق سیالکوٹی

کی کتاب

صلوٰۃ الرسول

کے بارے میں

از قلم

رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام

مولانا محمد ابوبکر غازیپوری

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشہور غیر مقلد عالم مولانا حکیم صادق سیالکوٹی کی دو کتاب ۔ سبیل الرسول اور صلوٰۃ الرسول کا غیر مقلدین حلقہ میں بڑا چرچا رہتا ہے، ان دونوں کتابوں کی اس حلقہ میں پزیرائی کا عالم یہ ہے کہ ان کتابوں کو یہ حضرات مفت تقسیم کرتے ہیں ۔

گزشتہ دو سال قبل میں نے سبیل الرسول کتاب کا مفصل جائزہ لیا تھا، اور میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر شائع ہوئی تھی، اور الحمد للہ اس کتاب کو اللہ نے بڑی مقبولیت دی اور لوگوں نے صادق صاحب کی اس کتاب کی قیمت اور حقیقت معلوم کر لی ۔

اس کے بعد ہی سے مختلف احباب کا مسلسل تقاضا تھا کہ صلوٰۃ الرسول پر بھی اسی طرح کا ایک تبصرہ رسالہ کی شکل میں شائع ہو جائے، خاص طور پر میرے محب، قدیم اور رفیق درس مولانا ڈاکٹر منظور احمد صاحب قاسمی بھیونڈی کا بار بار تقاضا ہوتا مگر میں اس کو ٹالتا رہا ۔ اس وجہ سے کہ سبیل الرسول پر تبصرہ ہو جانے کے بعد میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا ۔ اس لئے کہ دونوں کتابوں کے مضمون خصوصًا مسائل والے بیشتر مشترک ہی تھے ۔ اور میں اپنی کتاب ۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ۔ میں ان کا جائزہ لے چکا تھا ۔

بعض احباب کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ کتاب سعودیہ میں بھی تقسیم کی جا رہی ہے تو ان کا اصرار پھر بڑھا کہ اس کتاب کے بارے میں بھی میری ایک تحریر شائع ہو جائے، اب مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی، اور صلوٰۃ الرسول کتاب کے بارے میں مجھے یہ کتابچہ مرتب کرنا پڑا ۔

میں نے اس کتابچہ میں مسائل والے حصہ کو تقریبًا نظر انداز کر دیا ہے، اس لئے کہ بیشتر مسائل پر میں اپنی پہلی کتاب میں گفتگو کر چکا ہوں ۔ اب تکرار سے کوئی فائدہ نہیں تھا ۔

مجھے اس کتابچہ کو مرتب کرنے میں کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی اس وجہ سے کہ صلوٰۃ الرسول کا محقق اڈیشن پاکستان سے بھی شائع ہوا ہے۔ غیر مقلدین ہی کی جماعت کے عبدالرؤف نامی ایک صاحب نے اس کتاب کی حدیثوں کی تحقیق کی ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیق میں حکیم صادق سیالکوٹی کی جہالت وحماقت کو خوب خوب واضح کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ حکیم صاحب کو علم حدیث سے قطعاً مس نہیں تھا، ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی ضعیف۔ میں نے غیر مقلد محقق عبدالرؤف کی تحقیق سے فائدہ اٹھایا ہے، عبدالرؤف صاحب نے صادق صاحب کی صرف جہالت اور حماقت کو واضح کیا ہے اور میں نے حکیم صاحب کی خیانتوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ اب قارئین کو اس کتاب میں حکیم صاحب کی پوری تصویر نظر آئیگی یعنی حکیم صاحب اپنی اس کتاب میں جہالت، حماقت اور خیانت کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اور قارئین کو معلوم ہوگا کہ صلوٰۃ الرسول نامی کتاب قطعاً غیر معتبر اور بے حیثیت کتاب ہے۔

اس سے نماز کا صحیح طریقہ ہرگز نہیں سیکھا جا سکتا، اور غیر مقلدین جس انداز میں اس کتاب کی اہمیت ظاہر کرتے ہیں یہ صرف ان کا پروپیگنڈہ ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

۸ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب
صلوٰۃ الرسول کے بارے میں

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا غازی پوری صاحب زاد لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بندہ بخیر ہے، خدا کرے آپ کا مزاج ہر طرح بخیر ہو۔

آپ کی کتاب "سبیل الرسول پر ایک نظر" پڑھ کر شدید خواہش ہوئی کہ مولانا صادق سیالکوٹی کی کتاب "صلوٰۃ الرسول" کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ یہ کتاب غیر مقلدین مفت تقسیم کر رہے ہیں۔

اے آر نظامی رائے پور

ناظرین! جب آپ کے مطالعہ سے "سبیل الرسول پر ایک نظر" کتاب گزر چکی ہے تو اب اس کے بعد صلوٰۃ الرسول پر کچھ تحریر کرنا عبث ہی ہے، صادق سیالکوٹی کے علم و فہم کا آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا، مگر اتفاق یہ ہے کہ آپ کی طرح بعض دوسرے احباب نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا ہے، اور بعض احباب نے بڑا اصرار بھی کیا ہے، اس لئے درج ذیل سطور حوالۂ قرطاس ہیں۔

"صلوٰۃ الرسول" کتاب جس کو غیر مقلدین مفت تقسیم کر رہے ہیں، اس کا ایک محشیٰ اور محقق ایڈیشن پاکستان سے بھی شائع ہوا تھا۔ عبدالرؤف نامی کسی غیر مقلد نے اس کی تحقیق کی

تھی اور پچاسوں سے زیادہ احادیث کے بارے میں اس نے فیصلہ کیا تھا کہ صلوٰۃ الرسول میں یہ ساری احادیث ضعیف ہیں (۱) بھلا ایسی کتاب جس میں ضعیف احادیث کی اتنی بھرمار ہو غیر مقلدین کے یہاں کیسے مقبول ہے، تعجب ہوتا ہے، جبکہ غیر مقلدین بزعم خود صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

ہم اپنی اس تحریر میں غیر مقلد عالم عبدالرؤف کی تحقیق سے فائدہ اٹھائیں گے تاکہ غیر مقلدین کو چوں چرا کی زیادہ گنجائش نہ رہے۔

(۱) مولانا صادق سیالکوٹی نے اپنے اس کتاب کے مقدمہ میں اس پر بڑا زور دیا ہے کہ آدمی کو مسنون طریقہ پر نماز پڑھنی چاہیئے، اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہیئے، البتہ اگر ان کا یہ مقصد ہے کہ مسنون نماز صرف غیر مقلدین ہی پڑھتے ہیں تو ان کو اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیئے، ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں نماز کا بیان پڑھ لیا جائے تمام ائمہ کے نزدیک اسی کی تعلیم ہے کہ نماز سکون اطمینان اور خشوع خضوع سے ادا کی جائے اور وضو سے لے کر سلام پھیرنے تک میں سنت کا پورا پورا خیال رکھا جائے، اب اگر کوئی جاہل غلط طریقہ سے نماز پڑھتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے، اس سے فقہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، کتنے غیر مقلدین ہیں کہ جب وہ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز ٹھونگ مارنے والی سی ہوتی ہے، جاہلوں اور شریعت کے مسائل سے ناواقفوں کے عمل کو دیکھ کر شریعت پر الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۱) مگر جب عبدالرؤف والی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو نہ معلوم کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کتاب کو دوسرا رنگ دے دیا گیا اور صرف چھ سات حدیث کو ضعیف باقی رکھا، اور بقیہ احادیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی گئی، پہلے ایڈیشن میں ۴۸ احادیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا تھا ـــــــ پاکستان میں یہ بات مشہور ہے کہ غیر مقلدین کے دباؤ میں یہ دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) غیر مقلدین کے بارے میں میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ یہ جتنا زیادہ احادیث کا نام لیتے ہیں احادیث کے بارے میں وہ اتنے ہی زیادہ (بہت ہلکے لفظوں میں) غیر محتاط ہوتے ہیں اور جب ان کی غیر مقلدیت اپنے عروج پر ہوتی ہے تو احادیث رسول کو معاذ اللہ مداری کا تماشا بنا دیتے ہیں اور اپنی طرف سے ان کا معنی گڑھ گڑھ کر احادیث کے اصل معنی و مفہوم کو ایسا مسخ کرتے ہیں کہ توبہ بھلی، مثلاً دیکھئے اس کتاب کی ابتدا ہی میں مشہور حدیث صلّوا کما رأیتمونی اصلی کا ترجمہ صادق صاحب کرتے ہیں۔ تم بعینہ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ص۲۲

حدیث میں بعینہ کا کہیں لفظ نہیں ہے مگر صادق صاحب نے اپنی طرف سے بعینہ کا لفظ بڑھا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کی نماز آنحضور کے طریقہ پر ثابت کرنا محال ہوگا، اس وجہ سے کہ کسی فردامت کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ بعینہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ سکے، کیا کسی فردامت کو آنحضور کا خشوع اور خضوع اور نماز والی کیفیت ہزار کوشش کے باوجود بھی میسر ہو سکتی ہے ؟ تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ صادق صاحب کے حدیثِ رسول کے ترجمہ میں اپنی طرف سے اس اضافہ کے بعد اللہ کے رسول کی اس حدیث پر کبھی مسلمانوں کا عمل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ (۱) احادیثِ رسول کا اس قسم کا من مانا ترجمہ کرنا اور مطلب بیان کرنا مستقل ایک گمراہی ہے (۲) اور یہ نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں کو دین کا فہم میسر نہیں ہے۔

(۳) غیر مقلدین جس طرح احادیث رسول کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں بد احتیاط ہیں اسی طرح قرآن کی آیات کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں ان سے احتیاط

---

(۱) اور اگر غیر مقلدین کو یہ زعم ہے کہ ان کی نماز بعینہ آنحضورؐ کے طریقہ رکھتی تو ہمیں کہنے دیجئے کہ اتنی نہ بڑھا پاک داماں کی حکایت - اپنے کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ (۲) اسی حدیث کا جب صادق صاحب نے سبیل الرسول میں ترجمہ کیا ہے تو اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، نماز پڑھو (اے مرد اور عورتو) جس طرح میں پڑھتا ہوں ص۱۹! یہاں حدیث میں بعینہ کا لفظ اڑا دیا اور عورتوں کا ترجمہ اپنی طرف سے گڑھ لیا۔

کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور اس بد احتیاطی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی آیات کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور یہ اس کا مفہوم لوگوں کو کچھ سمجھا جاتے ہیں، مثلاً دیکھئے صادق صادق صاحب اس کتاب کے صفحہ ۳۳ پر قرآن کی آیت من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہی تعمیل ہے ۔ حالانکہ یہ اس آیت کا غلط مفہوم ہے خدا کے حکم کی تعمیل جس طرح اطاعتِ رسول میں ہے اسی طرح اطاعتِ صحابہ میں بھی ہے اسی طرح اطاعتِ فقہاء اور مجتہدین میں بھی ہے، اسی طرح صدیقین، شہداء، صالحین میں بھی ہے، اسی طرح اصحاب حل وعقد کی اطاعت میں بھی ہے، اللہ کے کلام من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ "صرف" کیا جائے، یہ صادق صاحب کا اپنا اضافہ ہے، اور اس اضافہ کے بعد انھوں نے جو کلام خداوندی کا مفہوم بیان کیا ہے بالکل غلط ہے، آیت کا صرف اتنا ترجمہ ہے "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"، یعنی رسول اللہ کی اطاعت کرنے والا اللہ کا مطیع اور فرماں بردار ہوگا، اور یہ مفہوم بالکل واضح ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے مگر یہ کہنا کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہوگی، بالکل جاہلانہ بات ہے، بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اب اس کا کوئی یہ ترجمہ کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل صرف، اطاعت امیر کی شکل میں ہے تو یہ جہالت کی بات ہوگی۔

قرآن کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت میں جو مقتدی و فقہاء ورارباب حل وعقد ہیں، عوام کیلئے اللہ نے ان کی بھی اطاعت کو واجب کیا ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے مومنو، اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہیں، اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جس طرح سے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو واجب کیا ہے اسی طرح عام حالات میں اولی الامر کی بھی اطاعت

کو عام مسلمانوں کے لئے واجب کیا ہے ، اور یہ اولی الامر ہیں کون لوگ ! تو حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں ، یعنی اهل الفقه والدین یعنی اولی الامر سے مراد اہل فقہ اور اہل دین ہیں ۔ (مستدرک حاکم ص ۱۲۳ / ج ۲)

قرآن ہی میں ہے ۔ واتبع سبیل من اناب الی ، یعنی ان کی اتباع کرو جو لوگ میری طرف رجوع کریں ۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ کی طرف انابت اور رجوع اختیار کرنے والے ہوں یعنی جو اپنے عمل میں رضا رضا خداوندی کے خواہاں ہوں ، عام مسلمانوں کو ان کی اقتدار و پیروی کرنی لازم ہے ۔

قرآن میں فرمایا گیا والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابدا ذلك الفوز العظیم

یعنی مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں اور جو لوگ ان کے بھلائی کے ساتھ متبع ہیں اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے ۔

مہاجر و انصار صحابہ کرام میں سے جو سابقین اولین تھے ان کی اتباع پر اللہ کا کیسا وعدہ اور انعام اور مسلمانوں کو کیسی خوشخبری ہے ۔

بہرحال صادق صاحب کا من یطع الرسول فقد اطاع الله کا حصر والا مفہوم کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت ہی میں تعمیل ہے ، بالکل غلط اور غیر علمی بات ہے ، اور جن کو قرآن و حدیث کا فہم نہ ہو انکو دینی و شرعی مسائل میں دخل دینا حرام ہے ۔

(۴) صادق صاحب نے ص۲۶ پر ترغیب و ترہیب سے اس عنوان کے تحت میں بے قاعدہ نماز منہ پر ماری جاتی ہے ، ایک حدیث ذکر کی ہے ، اور وہ حدیث ضعیف ہے ، مگر صادق صاحب کی دیانت کا حال یہ ہے کہ انھوں نے اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ غیر مقلدین کا اصول یہ ہے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور ضعیف حدیث کو ذکر کر کے

اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہ کرنا یہ حرام ہے ۔

صادق صاحب کی ذکر کردہ اس حدیث کے بارے میں غیر مقلد عالم و محقق عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں ۔ یہ ضعیف حدیث ہے ۔ (صلوۃ الرسول محقق ایڈیشن طبع اول ص۵) اور پھر اس کے ضعیف ہونے کو دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے ۔

(۵) اور پر میں نے عرض کیا کہ غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ مداری کا تماشا کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں ۔ ص۲۶ پر صادق صاحب نے یہ حدیث ذکر کی ہے ۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ،

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ، حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں دو چیزیں ایسی دے چلا ہوں کہ جب تک تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے ، ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث شریف ، ناظرین صادق صاحب کی دھاندلی ملاحظہ فرمائیں ، حدیث میں سنت کا لفظ ہے ، اور صادق صاحب اس کا ترجمہ حدیث شریف کر رہے ہیں ، ابھی نماز کا بیان شروع بھی نہیں ہوا ہے مگر بے ایمانی اور فریب دھاندلی کا کاروبار اس کتاب میں شروع کر دیا گیا ہے ، سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں سنت کا لفظ موجود ہے تو اس کا ترجمہ صادق صاحب نے حدیث سے کیوں کیا ؟ سنت کا ترجمہ سنت ہی کرتے تو صادق صاحب کے دین و ایمان میں کونسی کمی آجاتی؟ عام ناظرین شاید اس کی تہ تک نہ پہونچ سکیں ، اس لئے اس راز سے پردہ اٹھانا ضروری ہوا ۔

اصل یہ ہے کہ غیر مقلدین کو سنت کے لفظ سے بہت چڑ ہے اور اسی چڑ کا نتیجہ ہے کہ یہ اپنے کو اہل سنت نہیں کہتے یہ اپنا نام اہلحدیث رکھتے ہیں ، سنت اور حدیث میں بہت بڑا فرق ہے ، سنت رسولِ خدا کا وہ عمل قرار پاتا ہے جس پر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوام و ہمیشگی برتی ہو اور وہ آپ کا عام معمول رہا ہو کسی عارض کی وجہ سے اس کے خلاف گاہے بگاہے عمل کیا ہو ، اور حدیث آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ قول و عمل ہے جو آپ سے منقول ہو خواہ آپ کا اس پر عمل رہا ہو یا نہ رہا ہو ، کسی کام کو دیکھ کر آپ خاموش رہے ہوں اور اس پر نکیر نہ کی ہو وہ بھی حدیث میں داخل ہے ، مگر یہ سنت نہیں ہے ، ایسے عمل کا کرنا جائز ہوگا مگر وہ آنحضورؐ کی

سنت نہیں کہلائے گا ، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرمان اور عمل ہیں جو حدیث
کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ محدثین نے ان کی روایت کی ہے اور وہ حدیث کی کتابوں میں مدون
ہیں ، مگر ان کو سنتِ رسول نہیں کہا جاتا ، مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر حدیث میں
ہے ، مگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت نہیں ہے ، اس وجہ سے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام
معمول نہیں تھا اسی طرح حدیث میں ہے کہ روزہ کی حالت میں آپ نے ازواج مطہرات میں سے
بعض کو بوسہ دیا (یہ بتلانے کے لئے کہ اس سے روزہ ٹوٹتا نہیں ہے) مگر یہ عمل آپ کی سنت
نہیں تھی یعنی ازواج مطہرات کا حالتِ صوم میں بوسہ لینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول
نہیں تھا ، محدثین نے چونکہ حدیث کی کتابوں اُس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث تو ہے مگر
اس کا نام سنت نہیں رکھا جائے گا۔

اسی طرح سے احادیث کی کتابوں میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کو آپ مغرب کی نماز
سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا کرتے ، اور اس پر آپ نے نکیر نہیں کی مگر چونکہ خود آپ نے
کبھی اس پر عمل نہیں کیا اس وجہ سے یہ عمل مسنون نہیں کہلائے گا ، ہاں اس کا ذکر احادیث کی
کتابوں میں ہونے کی وجہ سے اس کو حدیث کہا جائے گا۔

چونکہ یہ غیر مقلدین آنحضور کی سنت کیا ہے اس سے کم مطلب رکھتے ہیں ان کی زبان
پر حدیث کا ذکر ہی زیادہ رہتا ہے ، اس وجہ سے ان کا عمل بھی سنت کے مطابق کم ہوتا ہے البتہ
بلا سمجھے بوجھے آباء و اجداد کی پیروی میں یہ صحیح وضعیف جس حدیث پر باپ دادا چلے اس پر غیر مقلدین
بھی سرپٹ دوڑتے نظر آتے ہیں ، اور بڑے فخر سے کہیں گے کہ دیکھو ہم اہلحدیث ہیں۔

ایک بات اور یاد رکھئے کہ سنت جس طرح آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل اور طور
طریق ہوتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین کے قول و فعل اور ان کے طور و طریق پر بھی شریعت میں
سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور بحکم حدیث نبوی علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے ، مگر غیر مقلدین کا یہ مذہب
نہیں ہے ، وہ اللہ کے رسول کے ارشاد پاک علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

کے منکر ہیں اور قولاً وعملاً واعتقاداً اپنے اس انکار کا برملا یہ اظہار کرتے رہتے ہیں، ان کی سنت خلفائے راشدین سے چڑ کا عالم یہ ہے کہ ان کی سنت کو یہ غیر مقلدین بدعت بتلاتے ہیں اور اس طرح اپنا دین وایمان کھوتے ہیں اور رسول اللہ کے اس ارشاد پاک کے مستحق بنتے ہیں، بخاری شریف کی روایت ہے۔ کل امتی یدخلون الجنة الامن ابیٰ قالوا یارسول اللہ و من یابیٰ قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابیٰ۔ (1) (بخاری باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ نہیں جائیں گے جو انکار کریں، صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ انکار کون کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اس نے تحقیق کے انکار کیا۔

غرض صادق صاحب نے حدیث میں سنت کا ترجمہ حدیث کر کے صریح خیانت کی ہے، احادیث رسول میں خیانت کرکے یہ بیچارے "صلوٰۃ الرسول" یعنی رسول کی نماز سکھلانے کا حوصلہ لیے ہوئے ہیں۔

(۵) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کے ص۴۲ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مأة شهيد۔ افسوس کہ صادق صاحب نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد محقق عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں "یہ سخت ضعیف حدیث ہے"، (صلوٰۃ الرسول ص۵۹) اللہ اکبر جو حدیث سخت

---

(1) اس حدیث کو غیر مقلد سیالکوٹی صاحب نے بھی صلوٰۃ الرسول ص۴۲ پر ذکر کیا ہے، اور حوالہ بھی بخاری کا دیا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خود بخاری نہیں دیکھی ہے کہیں سے حوالہ نقل کردیا ہے، انھوں نے صحیح حدیث نقل نہیں کی ہے۔ "من یابیٰ" حدیث کا لفظ ہے، اسکو من ابیٰ کردیا ہے اور ترجمہ بھی مضارع کے بجائے ماضی ہی کا کیا ہے، ھذا مبلغهم من العلم۔

ضعیف ہے صادق صاحب صلوٰۃ الرسول کتاب میں اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور اس کا سخت ضعیف ہونا تو کیا ضعیف ہونا بھی ظاہر نہیں کرتے۔ جب کہ غیر مقلد دوسروں کے مقابلہ میں یہی شور مچائیں گے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا حرام ہے اور خود یہ حرام کام شوق سے کریں گے۔

"نچھاور خدائی بریں پارسائی"

خیر یہ تو نفس حدیث کے بارے میں گفتگو کی تھی، اب ذرا آئیے اس حدیث کا صادق صاحب نے جو مطلب بیان کیا ہے، اس پر ایک نظر کریں تاکہ صادق صاحب کی جاہلیت کا اندازہ لگے۔ فرماتے ہیں صادق صاحب:

"حضور کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ جب بے دینی و بدعملی کا دور ہوگا میری سنتوں اور حدیثوں کو چھوڑ کر لوگ شرک و بدعات پر عمل کرنے لگ جائیں گے ایسے پرفتن وقت میں جو میری سنت یا حدیث کو ترک نہ کرے گا بلکہ مضبوطی سے اس پر جم کر عمل کرے گا تو خدا اس نازک دور میں عمل بالحدیث کے سبب سو شہیدوں کا ثواب دے گا" ص۴۹

ناظرین غور فرمائیں کہ حدیث میں سنت کا لفظ ہے، اور یہ غیر مقلد صاحب مطلب بیان کرتے وقت سنت کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی شامل کر رہے ہیں، جبکہ خود ان کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، دیکھئے خط کشیدہ جملہ "جو میری سنت یا حدیث پر" لفظ "یا" لاکر خود صادق صاحب نے بتلادیا کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، تو اب کس قدر خیانت کی بات ہے کہ جو لفظ حدیث میں نہیں ہے اس کو زبردستی حدیث کے مفہوم میں داخل کیا جائے، اور غضب تو آخر میں یہ کیا کہ یہ کہدیا کہ عمل بالحدیث کے سبب سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، حالانکہ جو حدیث ذکر کی ہے اس کی روشنی میں یہ کہنا چاہئے کہ عمل بالسنت کے سبب سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدوں کو سنت رسول سے کس قدر چڑ ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ جو لوگ اس قسم کا کھلواڑ روا رکھیں وہ بیچارے صلوٰۃ الرسول یعنی

رسول کی نماز کیا سکھلائیں گے۔

(۶) صلوٰۃ الرسول ص۴۹ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ (ترمذی شریف) اور اس کا ترجمہ کیا ہے "جس نے دوست رکھا میری سنت کو (اور اس پر عمل کیا) پس اس نے دوست بنایا مجھ کو اور جس نے دوست بنایا مجھ کو وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں فضائل کے بیان میں بھی جائز نہیں ہے، غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں "یہ ضعیف حدیث ہے" پھر لکھتے ہیں "حاصل کلام اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں" (ص ۶۱-۶۲)

پھر صادق صاحب نے بریکٹ میں یہ اضافہ کیا ہے "اور اس پر عمل کیا" یہ اضافہ ان کی طرف سے حدیث کی غلط ترجمانی ہے، اس لئے کہ سنت رسول پر عمل کرنا مستقل ثواب کا باعث ہے اور سنتِ رسول سے محبت مستقل ثواب کا باعث ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو سنتِ رسول سے محبت کر کے اس پر عمل کرے اسی کو ثواب ملے گا، بعض شکل میں سنت پر آدمی عمل نہیں کر سکے گا مگر اس کو سنت سے محبت کا ثواب ضرور ملے گا، مثلاً معذور آدمی ہے، اس سے نماز اور وضو اور مسجد میں داخل ہونے کی بہت سی سنتیں چھوٹتی ہیں، مگر وہ سنتِ رسول کا عاشق ہے، معذور ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کر پا رہا ہے تو محض سنتوں سے محبت کی وجہ سے بھی وہ ثواب اور اجر سے محروم نہ ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے من احب سنتی کا جملہ استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو میری سنت سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ عمل بھی ہو۔

(۷) صلوٰۃ الرسول ص۴۹ پر رسول اللہ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت عرباض بن ساریہ کی ابوداؤد اور ترمذی سے طویل حدیث ذکر کی ہے، جس میں آنحضور کی اس وصیت

کا بھی ذکر ہے۔ کہ میرے بعد تم لوگ بہت اختلاف دیکھو گے۔ فعلیکم بسنتی وسنۃ
الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ
تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، جو ہدایت یافتہ ہیں،
خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامو، اور اسے دانتوں سے پکڑو۔

اس حدیث پاک میں اختلاف کے وقت خلفائے راشدین کی سنت کو بطور خاص مضبوطی سے تھامنے اور دانتوں سے پکڑنے کا آپ امر فرمارہے ہیں، مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا بدعت ہے اور ان کا وعظ یہ ہے کہ صرف رسول کی سنت عمل کرو، چنانچہ صادق صاحب بھی یہی فرماتے ہیں "یاد رکھیں کہ ان فتنوں اور بیماریوں کی بیخ کنی حضور کے اسوۂ حسنہ اور سنت پاک کی پیروی میں ہے (ص۱۵) خلفائے راشدین کی سنت جس کا حدیث میں بطور خاص ذکر ہے اس کا نام لینا بھی صادق صاحب کی صداقت نے گوارا نہیں کیا، اسی ایمانداری کے ساتھ یہ بیچارے مسلمانوں کو صلوٰۃ رسول کی تعلیم دیں گے۔

(۸) صادق صاحب ص۱۵ پر فرماتے ہیں "واضح ہو کہ اصل مطاع صرف اللہ تعالیٰ ہے" جب اصل مطاع بقولہ صادق صاحب بھی صرف اللہ ہی ہے تو غیر مقلدین کی اصل دعوت تو قرآن پاک پر عمل کرنے کی ہونی چاہیئے، قرآن پاک ہر شک وشبہ سے بالاتر کتاب ہے جب کہ احادیث قطعیت میں کلام اللہ کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین حدیث کا نام زیادہ لیتے ہیں اور قرآن کا نام محض سخن گسترانہ کے طور پر ان کے یہاں لیا جاتا ہے حالانکہ جب اصل مطاع اللہ ہے تو ان احادیث کو عمل میں لانے کے لئے ترجیح دینی چاہیئے جن کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہو، مگر غیر مقلدین کو اس کی فکر نہیں ہوتی ہے ان کو تو بس آباء واجداد کی پیروی سے مطلب ہے۔ لکیر کے فقیر بنے جو ان کے بڑوں نے کہہ لکھ دیا ہے بس وہ اسی کو دانتوں سے پکڑے رہتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے اس سے ان کو مطلب نہیں ہے، اور احادیث میں کیا ہے اس سے بھی ان کو غرض نہیں ہے بلکہ صرف اس سے ہوتی ہے کہ ان کے بڑوں نے کیا کہا ہے، انکی

خواہشاتِ نفس کی رہنمائی کدھر ہوتی ہے، غیر مقلدین کی راہ بس یہی دو ہے، آباء و اجداد کی پیروی اور خواہشاتِ نفس کی اتباع ۔

میں ان دونوں باتوں کو ایک ایک مثال سے واضح کرتا ہوں، آپ غور فرمائیں۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز گاؤں میں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر جگہ درست ہے، احناف کہتے ہیں جمعہ کے لئے قریہ کبیرہ (جس میں شہر کے اوصاف پائے جاتے ہوں) یا شہر کا ہونا ضروری ہے، اب دیکھئے غیر مقلدین کا استدلال یہ ہے کہ پہلا جمعہ جواثا میں پڑھا گیا تھا جو قریہ یعنی گاؤں تھا (۱) غیر مقلدین اسی بات پر جم گئے اور دیہات میں جمعہ پڑھنے کی دعوت دینے لگے، حالانکہ غیر مقلدین اگر قرآن میں غور کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے لئے احناف نے جو شہر یا شہری اوصاف والے بڑے قریہ کی شرط لگائی ہے اس کا اشارہ خود قرآن میں ہے، جمعہ والی آیت قرآن میں آپ پڑھئے وہ یہ ہے۔ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔

یعنی اے ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے جمعہ کے دن تم کو پکارا جائے تو تیزی دکھلاؤ اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید نا بیچنا چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیلو اور اللہ کی روزی کی طلب میں لگو ۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کا حکم شہر والوں کو دیا جا رہا ہے اس لئے کہ تجارت اور کاروبار اور روزی کا تلاش کرنا یہ سب شہر میں ہوتا ہے۔

---

(۱) جواثا گاؤں تھا کہ اس کا حکم شہر کا تھا، اس وقت ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں ورنہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔

دیہات میں نہیں، مگر غیر مقلدوں کو قرآن کا یہ واضح اشارہ سمجھ میں نہیں آیا، اور انھوں نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جن کی تائید قرآن سے ہوتی ہے، اور جو اثنا قریہ یعنی دیہات تھا باپ دادا نے یہی سکھلایا تھا اسی پر جم گئے اور جمعہ کی نماز گاؤں میں پڑھنے کی دعوت دینے لگے۔

اور جب احناف نے یہ کہا کہ جو بات امام ابوحنیفہ کہہ رہے ہیں وہی بات خلیفہ راشد حضرت علی بھی فرماتے ہیں، تو غیر مقلدین کے سب سے بڑے مجدد میاں صاحب محدث نے حضرت علی کے خلاف یوں گہر افشانی کی۔

حضرت علی کا یہ قول لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع (یعنی عید اور جمعہ کی نماز صرف مصر جامع میں جائز ہے) صحیح قول ہے، ابن حزم نے اس قول کی تصحیح کی ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کے لئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۵۱۴ ج ۱)

یعنی حضرت علی تو جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر کے ہونے کو ضروری قرار دیں، اور میاں صاحب حضرت علی کی اس بات کا انکار کریں، حالانکہ خود ان کو اعتراف ہے کہ حضرت علی کا یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے، یہ ہے غیر مقلدین کا خلفائے راشدین اور قرآن کے ساتھ طرز عمل۔

یہ تو اس کی مثال تھی کہ غیر مقلدین احکام کے بیان میں قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے اور رہا یہ کہ غیر مقلدین احکام شرعیہ کے بیان میں خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہیں، تو اس کا تماشا ہمیں رفع یدین کے مسئلہ میں دیکھنے کو ملتا ہے، ان کا ایک عالم کہتا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں عمل سنت ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ) اور ایک کہتا ہے کہ رفع یدین سنت ہے مگر جو اس کا تارک ہو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔ (الروضۃ الندیہ) اور مفتی عبدالستار صاحب رفع یدین کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ صفحہ ۵۱ ج ۳) اور یہی بات حکیم صادق صاحب بھی کہتے ہیں۔ (صلوۃ الرسول) اور غیر مقلد نواب حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سنتِ مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے رفع یدین چھوڑنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (قرۃ العینین) ایک صاحب

فرماتے ہیں کہ جو رفع یدین چھوڑے گا وہ سخت گنہگار ہوگا (عبدالستار روپڑی)

غرض آج اسلام پر صدیاں گذر گئی ہیں مگر یہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے غیر مقلدین رفع یدین کے بارے میں بھی فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر شریعت اسلامیہ میں رفع یدین کا واقعی حکم کیا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔

اور یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ ان میں کا ہر شخص مجتہد ہونے کی ہوس رکھتا ہے، اور کتاب وسنت کی واقعی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کا تابع ہے، ائمہ دین کی تقلید سے اس کو عار ہے، بڑوں کی اتباع اس کی جان پر شاق ہے۔ اور سب سے بڑی اس کے ساتھ آفت یہ ہے کہ وہ جہل مرکب کا گرفتار ہے، کتاب وسنت سے جاہل مگر دعویٰ یہی ہے کہ وہی کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم ہے۔

---

(۹) پانی کے احکام کے بیان میں صادق صاحب فرماتے ہیں ۔ وضو کے لیئے پانی کا پاک ہونا شرط ہے ۔ اور پھر فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک پانی کی یہ پہچان بتلائی ہے ۔ ان الماء لا ینجسہ شیٔ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ۔ حضور فرماتے ہیں کہ اگر نجاست گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزا بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے (یعنی تینوں وصف پانی میں اکھٹے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے ، (ص۵۳)

اس عبارت میں صادق صاحب نے کئی گل کھلائے ہیں ، پہلی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے ، غیر مقلد عالم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں فرماتے ہیں ، اس حدیث کی سند بالاتفاق ضعیف ہے (ص۹) ضعیف حدیث کو بیان کرنا اور اس سے استدلال کرنا غیر مقلد کے مذہب میں حرام ہے۔

صادق صاحب نے حدیث کا ترجمہ یا یا سے کیا ہے ، حالانکہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ یا یا سے کیا جائے ، حدیث میں وطعمہ ولونہ کا لفظ ہے یعنی واؤ کا استعمال ہوا ہے ، جس کا ترجمہ یا نہیں اور ہوتا ہے ۔ مولانا اسماعیل سلفی نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔

پانی پاک ہے لیکن پلیدی گرنے کی وجہ سے اگر اس کی رنگت (اور)
بو (اور) مزہ بدل جائے تو وہ پلید ہو جائیگا ، (رسول اکرم کی نماز ص۹)

اور سب سے دلچسپ بات تو صادق صاحب نے یہ فرمائی ہے

"یعنی تینوں وصف پانی میں اکھٹے پائے جائیں تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے"

یعنی صادق صاحب کے نزدیک نجاست گرنے سے اس وقت پانی ناپاک ہوگا جب پانی کا رنگ بھی بدل جائے اور اس کا مزہ بھی بدل جائے اور اس کی بو بھی بدل جائے ، اور اگر صرف رنگ بدلے ، یا صرف مزہ بدلے ، یا صرف نجاست کی مہک پیدا ہو جائے تو صادق صاحب کے

مذہب میں نجاست والا وہ پانی پاک ہوگا، اسی طرح اگر نجاست گرنے سے پانی کا دو وصف بدل جائے یعنی رنگ و مزہ بدلے یا رنگ اور بو بدلے یا بو اور مزہ بدلے تو بھی پانی پاک ہوگا۔ ناپاک نہ ہوگا، اور اس سے وضو کرنا اور نماز پڑھنی جائز ہوگی، سبحان اللہ یہ ہے صادق صاحب کی تعلیم و تلقین، گندے اور نجس پانی سے وضو کرا کر کے صادق صاحب مسلمانوں سے رسول والی نماز پڑھوائیں گے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اولا تو یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرے صادق صاحب نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے، خود غیر مقلدین کے علماء کے بیان کے خلاف ہے غیر مقلدین کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست گرنے سے پانی کا ایک وصف بھی بدل جائے مثلاً صرف اس کا رنگ بدل جائے یا صرف اس کا مزہ بدل جائے یا صرف اس کی بو میں تغیر ہو جائے تو وہ پانی نجس ہوگا اور اس سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا، مولانا اسماعیل سلفی رسول اکرم کی نماز میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر پلیدی گرنے کی وجہ سے پانی ان صفات میں سے (یعنی بو مزہ رنگ) کوئی ایک بدل جائے تو پانی پلید ہو جائیگا طہارت کیلئے ایسے پانی کا استعمال درست نہ ہوگا (ص ۹)

اور غیر مقلد عالم عبدالروف صاحب فرماتے ہیں (صادق صاحب نے) فحش غلطی کی ہے کیونکہ جب ایک وصف بھی پایا جائے گا تو پانی بالاجماع ناپاک ہو جائے گا۔

(صلوۃ الرسول ص ۶۶ مصنفہ عبدالروف صاحب)

لیکن صادق صاحب فرماتے ہیں کہ نجاست گرنے سے پانی اسی وقت نجس ہوگا جب اس کی مقدار اتنی ہو کہ پانی کے تینوں اوصاف بدل جائیں، یہ مذہب کسی بھی معتبر ائمہ فقہ و حدیث کا نہیں ہے، ہاں فرقہ ظاہر یہ اس کا قائل ہے، معلوم ہوتا ہے کہ صادق صاحب کا تعلق بھی اسی فرقہ ظاہر یہ سے ہے۔

(۱۰) صادق صاحب فرماتے ہیں۔ "حضور نے جنبی کے متعلق فرمایا کہ وہ ٹھہرے ہوئے

پانی میں بیٹھ کر نہ نہائے "

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو شخص حالتِ جنابت میں ہو اس کے غسل کا پانی ناپاک ہے اور اس کو رکے ہوئے پانی میں غسل کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ وہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ یعنی رکے ہوئے پانی کو جنبی کے غسل والے پانی سے بچانا ہے۔

اب صادق صاحب کی عقل ملاحظہ فرمائیے وہ اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

" ہاں باہر بیٹھ کر اس میں سے پانی لے کر غسل کرے " ص ۹۳

یعنی باہر بیٹھ کر کے اسی پانی سے لے لے کر غسل کرنے سے وہ ٹھہرا ہوا پانی ناپاک نہ ہوگا، خواہ غسل کا پانی بہہ کر اس ٹھہرے ہوئے پانی میں گرے، یہ بھی ظاہر یہ فرقہ کا مذہب ہے، ظاہریہ کا مذہب ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے پانی نجس ہو گا لیکن اگر پانی کے باہر پیشاب پاخانہ کیا جائے اور وہ پیشاب پاخانہ بہہ کر پانی میں چلا جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہو گا۔ ظاہریوں والی یہی عقل خدا کی طرف سے صادق صاحب کو بھی نصیب ہوئی ہے، اور اسی علم و عقل کے بل بوتے پر وہ رسول اللہ کی نماز سکھلانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

(۱۱) صادق صاحب نے پاخانہ سے نکلنے کی ایک دعا یہ نقل کی ہے۔ الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ وعافانی، اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں (یہ ضعیف حدیث ہے) اس کی سند میں اسماعیل مکی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

(۱۲) بول و براز کے مسائل میں صادق صاحب نے ابو داؤد سے یہ حدیث ذکر کی ہے

حضور نے فرمایا جو دو آدمی پاخانہ پھرنے جائیں اور ستر کھول لیں اور باتیں کرنے لگ جائیں تو اللہ اس فعل سے غضب میں آتا ہے۔ (ص ۵۵)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر کئے بغیر اس کو نقل کیا ہے جو غیر مقلدین کے مذہب میں فعل حرام ہے، غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں۔

"حدیث ضعیف ہے"

(۱۳) صادق صاحب نے صفحہ ۶ میں یہ حدیث ذکر کی ہے، حضور نے ایک دیوار کے پاس نرم زمین میں پیشاب کیا اور فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے پیشاب کا ارادہ کرے تو پیشاب کے لئے نرم زمین تلاش کرے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے مگر صادق صاحب نے اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا۔ عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں "ضعیف حدیث ہے"

(۱۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں منی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھو ڈالتی تھی۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ ان کے نزدیک منی پاک ہے کہ ناپاک، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منی ناپاک ہے، اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اہلحدیث کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ منی پاک ہے۔ فرماتے ہیں۔ وھو مذھب الشافعی واصحاب الحدیث تحفہ صفحہ ۱۱۳ یعنی اصحاب حدیث اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ منی پاک ہے۔ معلوم نہیں منی کے بارے میں صادق صاحب کا مذہب کیا ہے؟

(۱۵) صادق صاحب نے صفحہ ۶ پر "غسل جنابت میں مبالغہ درکار ہے" کے تحت دو حدیثیں ذکر کی ہیں، اور یہ دونوں ضعیف ہیں، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا۔ اور ان سے استدلال کر کے حرام کا ارتکاب کیا ہے، پہلی حدیث یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل جنابت سے بال برابر جگہ دھوئے بغیر چھوڑ دی تو اس کو ایسا اور ایسا عذاب ہوگا، عبدالرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے، اور دوسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے، حضور انور فرماتے ہیں جنبی کے ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بال کو خوب دھوؤ اور بدن کو اچھی طرح پاک کرو، اس کو بھی عبدالرؤف غیر مقلد اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد صاحب نے تحفۃ الاحوذی میں ضعیف بتلایا ہے۔

(۱۶) صادق صاحب عنوان قائم کرتے ہیں، جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور

اس کے تحت یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔ اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ میں (خدا کے حکم سے) حائضہ عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا حلال نہیں کرتا ہوں۔ صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (صلوٰۃ الرسول محقق ص۹۰) اس حدیث میں صادق صاحب نے یہ بھی کارستانی کی ہے کہ اپنی طرف سے۔ خدا کے حکم سے، کا جملہ بڑھا دیا جب کہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور ان صاحب نے بھی یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا سلفی صاحب نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے ناظرین وہ بھی سن لیں۔

• حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں۔ انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب کا یہ ہے فاضلانہ ترجمہ۔ اب معلوم نہیں، کس کا ترجمہ درست ہے۔ صادق صاحب کا یا سلفی صاحب کا۔ دونوں ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے، احادیث رسول کے ساتھ غیر مقلدین کیا کیا تماشا کرتے ہیں، ناظرین دیکھتے جائیں۔

(۱۰) صلوٰۃ الرسول ص۷۷ میں صادق صاحب نے مسواک کے بیان میں پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے، رسول اللہ نے فرمایا جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز سے ستر درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ یہ ضعیف حدیث ہے مگر صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں، اس کی سند ضعیف ہے، پھر فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ صادق صاحب ضعیف احادیث ذکر کرتے ہیں اور اس کے ضعف کو چھپاتے ہیں۔

مسواک کے بیان میں دوسری حدیث یہ ذکر کی ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ رات کو اور دن کو سو کر اٹھنے کے بعد وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

عبدالرؤف غیر مقلد نے اس حدیث کو بھی دلائل سے ضعیف بتلایا ہے۔

مسواک کے بیان میں تیسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا جب بھی میرے پاس جبرئیل آئے تو مجھے مسواک کرنے کا (سنت) حکم کرتے تھے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے، بلکہ سخت ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کے ضعیف ہونے کو چھپا لیا۔ غیر مقلد عبدالرؤف فرماتے ہیں۔ یہ سند سخت ضعیف ہے۔

(۱۸) صادق صاحب نماز فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا واجب ہے (ص۲۵) لیکن یہ نہیں بتلایا کہ مسواک وضو کرتے وقت واجب ہے، یا نماز پڑھتے وقت، مسواک کرنا مسجد سے باہر واجب ہے یا مسجد کے اندر واجب ہے۔ صادق صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ انکے علماء نے کیا لکھا ہے، غیر مقلد محدث مولانا شمس الحق غایۃ المقصود میں لکھتے ہیں کہ ان الاحادیث دلت علی استحبابہ عند کل صلوٰۃ، یعنی احادیث نے مسواک کرنے کو ہر نماز کے وقت مستحب بتلایا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ، نماز سے پہلے مسجد کے باہر مسواک کر کے مسجد میں داخل ہو، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ ھذا کلام حسن یعنی یہ اچھی بات ہے۔ (تحفہ ص۳۵ ج۱)

غرض مولانا صادق صاحب کا مسواک کو واجب بتلانا درست نہیں ہے ان کے علماء تو مسواک کرنے کو مستحب بتلاتے ہیں، مولانا صادق صاحب اور ان کے علماء غیر مقلدین پہلے یہ طے کریں کہ مسواک کرنی واجب ہے یا مستحب، مسواک کا حکم مسجد کے باہر ہے یا مسجد کے اندر ہی نماز کے وقت مسواک کی جائے گی۔ یہ بیچارے غیر مقلدین جس مسئلہ میں خود اُلجھے ہوئے ہیں اس کی تعلیم دوسروں کو دے رہے ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے جو رسول اکرم کی نماز لکھی ہے، اس میں وضو اور نماز کے بیان میں مسواک کا ذکر ہی گول کر دیا ہے، اس لئے کہ اسماعیل سلفی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ ان کے علماء احادیث کی روشنی میں مسواک کا حکم اور اس کی جگہ طے کرنے کے بارے میں آج تک متفق نہیں ہو سکے۔

(۱۹) صادق صاحب نے ص۹۵ پر یہ حدیث ذکر کی ہے، اذا استیقظ احدکم

من منامه فليستنثر ثلاثا فان الشيطن يبيت على خيشومه ، اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ " جب جاگے ایک تمہارا اپنی نیند سے پھر ارادہ کرے وضو کا تو ناک جھاڑے (پانی کھینچ کر) تین بار پس شیطان رات گزارتا ہے اس کی ناک کے بانسے پر۔

ناظرین صادق صاحب کی جرأت کی داد دیں خط کشیدہ پوری عبارت اپنی طرف سے حدیث کے ترجمہ میں بڑھادی ہے، پھر ارادہ کرے وضو کا، حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، حدیث کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ جب آدمی سو کر بیدار ہو تو تین بار ناک جھاڑے اس لئے کہ شیطان اس کے بانسے پر رات گزارتا ہے، پانی سے جھاڑے یا بلا پانی کے اس کا بھی ذکر نہیں ہے، مگر صادق صاحب اپنی طرف سے زبردستی اس حدیث کا تعلق وضو سے قائم کر رہے ہیں اور پانی سے ناک جھاڑنے کی بات کا اضافہ کر رہے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اپنی بات ملانا کس قدر خطرناک جرم ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے اوپر وہ بات گڑھی جس کو میں نے نہیں کہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(۲۰) صادق صاحب ص۱۵ میں فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہیئے کیونکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ جو وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو (پورا) نہیں ہوتا۔)

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں لا اعلم فی هذا الباب حدیثا له اسناد جید، یعنی مجھے اس باب کی ایک حدیث کا بھی پتہ نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو۔

افسوس ضعیف حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب بتلایا جا رہا ہے ان غیر مقلدین کا عجیب حال ہے، جب انکار پر آئیں گے تو صحیح سے صحیح تر حدیث کو رد کر دینگے اور جب ماننے پر آئیں گے تو ضعیف احادیث سے وجوب ثابت کریں گے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۲۱) صادق صاحب نے کمل مسنون وضو کا طریقہ بیان کیا ہے، لیکن وضو میں کون سی چیز واجب ہے کون سی چیز فرض ہے، سنت کیا ہے اور مستحب کیا ہے، ان کا کہیں ذکر نہیں ہے، صرف بسم اللہ کو واجب بتلایا ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی واجب بتلایا ہے۔ (دیکھو الروضۃ الندیہ) اور نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے کہا ہے کہ وضو میں نیت، بسم اللہ پڑھنا کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے اور ان کے چھوٹنے سے وضو نہیں ہوتا، صادق صاحب نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ اگر آدمی ایک ایک دفعہ یا دو دو دفعہ وضو میں اپنے اعضاء کو دھلے تو یہ مسنون وضو ہوگا یا نہیں؟ انھوں نے مسنون وضو کا طریقہ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک دفعہ اور دو دو دفعہ اعضاء کو دھو کر نماز نہیں پڑھی ہے، اگر پڑھی ہے اور یقیناً پڑھی ہے تو آپ کا یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہیں ہے؟ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد عالم لکھتے ہیں۔ قد جاءت الاحادیث الصحیحۃ بالغسل مرۃ مرۃ و مرتین مرتین و ثلاثاً ثلاثاً و بعض الاعضاء ثلاثاً و بعضها مرتین (تحفہ ص۵۱ ج۱) یعنی صحیح حدیثیں اس کی بھی ہیں کہ اعضاء وضو ایک ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھلا ہے، اور دو دو مرتبہ بھی اور تین تین مرتبہ اور بعض اعضاء کو تین مرتبہ اور بعض کو دو مرتبہ۔

ہمیں غیر مقلدین اور صادق صاحب بتلائیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کا دھونا ثابت ہے تو یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہ ہوگا۔ صادق صاحب نے صرف تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھونے کو مسنون کیوں بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ وضو میں اعضاء کو دھوؤ گے تو وضو مسنون نہ ہوگا، اور تین دفعہ دھوؤ گے تو مسنون وضو ہوگا!

غیر مقلدین کا عجیب حال ہے، بسم اللہ کی حدیث ضعیف ہے اس کو تو وضو میں واجب قرار دے دیا اور جو باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں اس کو مسنون ماننے

پر بھی راضی نہیں ہیں، اپنی طبیعت سے جس کو چاہا فرض بتلایا، جس کو چاہا واجب بتلایا اور جس کو چاہا سنت کہہ دیا۔

(۲۲) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ گردن کے مسح کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں آیا ہے ” (صفحہ ۸) ——— صادق صاحب کا یہ فرمان صداقت سے قطعاً دور ہے اور بدترین جھوٹ ہے، حافظ ابن حجر نے التلخیص الجبیر میں گردن پر مسح کی یہ حدیث ذکر کی ہے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح بیدیہ علی عنقہ وقی الغل یوم القیٰمۃ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پر مسح کیا تو وہ روز قیامت گردن میں طوق پہننے سے بچا لیا جائے گا (یعنی وہ عذاب خداوندی سے محفوظ ہوگا)

کعب بن عمر یمامی کی روایت میں ہے کہ فلما مسح راسہ قال ھکذا وادماً بیدہ من مقدم راسہ حتی بلغ بھما الی اسفل عنقہ من قبل قفاہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ یہ بتلایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کیا اور ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

معجم طبرانی کبیر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو ”مسح رقبتہ“ یعنی آپ نے گردن کا بھی مسح کیا۔ (ج ۲۲ ص ۴۲)

کشف الاستار میں ہے حضرت وائل کی حدیث میں یہ بھی ہے، مسح علی راسہ ثلاثا وظاھر اذنیہ ثلاثا وظاھر رقبتہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا تین دفعہ مسح کیا اور دونوں کانوں کے اوپری حصے کا تین دفعہ اور گردن کے اوپر مسح کیا۔ صفحہ ۱۴۰ ج ۱

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے اوپری حصے کا مسح کیا (صفحہ ۴۸۱ ج ۴)

غرض ایک نہیں متعدد حدیثوں سے وضو میں گردن کا مسح ثابت ہے پھر مولانا صادق صاحب کا یہ کہنا کہ گردن کے مسح کا کسی حدیث میں ذکر نہیں آیا کس قدر جھوٹ اور غلط بات ہے۔ رہا

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مسح کی احادیث ضعیف ہیں تو یہ مسح والی حدیث پر عمل کرنے سے جان چھڑانے کی ایک چال ہے، ورنہ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ خود صادق صاحب اس کتاب میں ضعیف احادیث لا رہے ہیں اور ان سے استدلال کر رہے ہیں اور کمال جرأت ہے کہ اس کے ضعیف ہونے کو بتلاتے بھی نہیں، نواب صدیق حسن خاں صاحب الروضہ الندیہ میں فرماتے ہیں۔ واما مسح الرقبۃ فقد ورد من الروایات ما یصلح للتمسك به فی مشروعیة مسح الرقبۃ۔ یعنی مسح رقبہ (گردن کے مسح) کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن سے گردن کے مسح کی مشروعیت پر استدلال

(۲۳) صادق صاحب نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وضو کرتے وقت اس کو ہلالیں حوالہ دیا ہے مشکوٰۃ کی حدیث کا اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

غیر مقلد عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں، ضعیف حدیث ہے، (صلوٰۃ الرسول محقق)

(۲۴) صادق صاحب ص۸۵ پر لکھتے ہیں۔ تین تین بار دھونے سے کامل وضو ہوتا ہے، جب کہ بخاری سے خود ہی ثابت بھی کیا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اور دو مرتبہ بھی وضو میں اعضاء دھو کر نماز پڑھی ہے، تو کیا معاذ اللہ حضور کی یہ نمازیں ناقص وضو سے تھیں؟ کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک بار اور دو بار دھونے سے وضو ناقص ہوتا ہے؟ غیر مقلدین دوسروں کو تعلیم دیں گے کہ دین میں رائے کو دخل نہیں دینا چاہیے اور خود اپنی رائے سے احکام شرعیہ کے بارے میں جو چاہیں گے کہیں گے۔ کس قدر جرأت کی بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو ناقص کہا جائے، یہ جرأت صادق صاحب جیسے غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں۔

(۲۵) صادق صاحب نے پہلے انبیاء کا وضو کے عنوان کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے اور یہ نہیں بتلایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد عبدالرؤف صاحب اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں، امام نووی نے شرح مسلم میں اس کو ضعیف کہا ہے:

(۲۶) صادق صاحب فرماتے ہیں، اعضاء کو خوب مل مل کر دھونا چاہیئے، ص۹۱

یہ صادق صاحب کی وضو کے بارے میں گڑھی بات ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ اعضاء وضو کو خوب مل مل کر دھونا چاہیئے، کیا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اعضاء وضو

کو خوب مل مل کر دھویا کرتے تھے ؟ جو بات آنحضور نے نہ فرمائی ہو اس کو آنحضور کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی جرأت ہے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۲۷) صادق صاحب نے یہ بتلانے کیلئے کہ مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے وہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کے نزدیک ضعیف ہے، اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فیزید لیس من رجال الحسن فکیف الصحیح یعنی یزید تو حسن کا بھی راوی نہیں اس کی حدیث صحیح کیسے ہوگی۔

(۲۸) گوز (ریح خارج ہونے) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کو بتلانے کے لئے صادق صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے، اس کو بھی عبدالرؤف غیر مقلد ضعیف بتلاتے ہیں، اس حدیث کا راوی مسلم بن سلام مجہول ہے۔

(۲۹) صادق صاحب نے یہ بتلانے کے لئے قے اور نکسیر وغیرہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت عائشہ کی جو حدیث پیش کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کہتے ہیں۔ قلت ھذا حدیث ضعیف، یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مولانا صادق صاحب کہتے ہیں کہ ناک سے خون نکلنے سے وضو کرنا ہوگا اور ان کے بڑے عبدالرحمٰن مبارکپوری کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور مولانا اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں کہ " خون بہنے سے بعض علماء کا خیال ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ احادیث صحیح نہیں ہیں، رسول اکرم کی نماز [illegible] اور خون کا نکلنا نواب بھوپالی کے یہاں بھی ناقض وضو نہیں ہے۔ (الروضۃ الندیہ صہ ۸) غرض یہ غیر مقلدین جن کو مسنون نماز سکھلانے کا شوق ہوتا ہے، اور کوئی صلوٰۃ الرسول لکھتا ہے اور کوئی رسول اکرم کی نماز تالیف فرماتا ہے، یہ وضو کے مسائل تک میں متفق نہیں ہیں، یہ بیچارے دوسروں کو رسول اکرم کی نماز کیا سکھلائیں گے ؟

ناظرین غیر مقلدین کے اکابر کا مسلک یہی ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں جن بڑے بڑے محدثین کی مخالفت کی ہے، ان

یں سے چند یہ ہیں سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام اسحٰق، امام زہری حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت امام شعبی، حضرت عروہ بن زبیر، امام نخعی، امام قتادہ، حکم بن عیینہ، امام حماد، حسن بن صالح، امام اوزاعی، ان تمام محدثین کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ (تحفہ) مگر میاں صاحب دہلوی کی کاشت سے پیدا شدہ شر ذمہ شاذہ کا مذہب یہ ہے کہ بدن سے خون نکلنے پر وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳۰) یہ بتلانے کے لئے سکر یعنی نشہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، صادق صاحب نے قرآن کی آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں۔ بے ہوشی کی حالت کو مانع نماز فرمایا ہے معلوم ہوا کہ مستی و بے ہوشی ناقض وضو ہے۔ مارے گھٹنا پھوٹے سر کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہوگی، قرآن کہہ رہا ہے کہ حالت نشہ میں نماز نہ ہوگی، اس وجہ سے نہیں کہ نشہ ناقض وضو ہے بلکہ اس وجہ سے کہ نشہ کی حالت میں آدمی منہ سے نکالتا کچھ ہے اور نکلتا کچھ ہے، اور صادق صاحب اس آیت سے نشہ اور بے ہوشی سے وضو کے ٹوٹنے پر استدلال کر رہے ہیں۔

غیر مقلد مسٹر صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، چنانچہ ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نشے میں قرآن کے الفاظ بھی امام صاحب غلط پڑھ گئے۔ یعنی اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے سے ہے ہی نہیں۔ مگر جناب صادق صاحب کو اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے سے نظر آ رہا ہے۔

برین عقل و دانش بباید گریست۔

(۳۱) موزوں پر مسح کس طرح سے ہو؟ صادق صاحب فرماتے ہیں، پانچوں انگلیاں دائیں اور بائیں ہاتھ کی تر کر کے دونوں پاؤں کے پنجوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک کھینچ لے جائیں۔ یہ طریقہ کس حدیث میں ہے، اس کا حوالہ صادق صاحب نے نہیں دیا، عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں۔ مسح کی کیفیت کے بارے میں بعض روایات وارد ہیں مگر سخت ضعیف ہیں۔

اور معلوم ہے کہ ضعیف حدیث سے مسئلہ بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک حرام اور ناجائز ہے۔ صادق صاحب اسی حرام اور ناجائز کام کا بار بار ارتکاب کر رہے ہیں۔

(۲۲) جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں جو حدیثیں صادق صاحب نے نقل کی ہیں، ان میں سے بقول مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ والحاصل انه ليس في باب المسح على الجوربين حديث مرفوع صحيح خال عن الكلام هذا ما عندي والله اعلم۔ (تحفہ صہ ۱۰۲/۱۲) یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ جوربین پر مسح کے بارے میں ایک بھی مرفوع صحیح حدیث جو جرح سے خالی ہو نہیں ہے، میرے نزدیک یہی بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اسلئے اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہوتا ہے تو براہ کرم غیر مقلد عالم و محدث مولانا مبارکپوری کی بات تسلیم کرتے ہوئے جوربین پر مسح کا حکم غیر مقلدین کو ساقط کر دینا چاہیئے۔ ورنہ پھر ان کو توبہ کرنی چاہئے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہے۔

چونکہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو معلوم تھا کہ جوربین پر مسح ثابت کرنا صحیح حدیث سے مشکل ہے، اس وجہ سے انھوں نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں خف اور جوربین پر مسح کا مسئلہ ہی ذکر نہیں کیا۔

(۲۳) صرف عمامہ پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے، یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، صادق صاحب فرماتے ہیں، اگر سر پر پگڑی وغیرہ ہو اور کسی وجہ سے ہم اتارنا نہ چاہیں تو معلم فن وبشیر اور پیغمبر رحمت کی سنت کی پیروی میں اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ (صہ ۱۰۱)

قرآن کی نص صریح ہے کہ وضو میں سر کا مسح کرو، "وامسحوا برؤسکم" خدا کا واضح ارشاد موجود ہے، اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں مفصل بحث میری کتاب "سبیل الرسول پر ایک نظر" میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۲۴) آج کل کے غیر مقلدین نے چند نئی باتوں کو ایجاد کیا ہے، جن کے قائل ان کے

علماء پہلے نہیں رہے ہیں انھیں میں سوتی موزہ پر مسح کرنے کا بھی مسئلہ ہے، صادق صاحب نے بھی اس پر خامہ فرسائی کی ہے اور بتلایا ہے کہ سوتی موزہ پر مسح کرنا بھی آنحضورؐ کی سنت ہے، حالانکہ یہ صادق صاحب کا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر افترار ہے، کسی ایک دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ کے رسول نے خالص سوتی موزہ پر مسح کیا ہو، صادق صاحب نے بھی کسی حدیث سے اس کو ثابت نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے لغت کا سہارا لیا ہے، اگر شرعی مسائل لغت ہی سے ثابت کئے جائیں گے تو پھر کوئی منچلا "صلوٰۃ" کا ترجمہ لغت سے دعا ثابت کر دے گا، اور پھر اس کی دعوت یہ ہوگی کہ صلوٰۃ صرف دعا کا نام ہے اور وہ پانچ وقت مسجد میں صرف دعا کر کے چلا آئے گا اس کی نماز ہو جائے گی۔ مسائل شرعیہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے ثابت ہوتے ہیں لغت سے کبھی کبھار مدد لے لی جاتی ہے نہ کہ لغت کو مسائل شرعیہ کا مدار بنایا جاتا ہے مگر آج کا وہ غیر مقلد ہی کیا جو دین میں نئی بات پیدا نہ کرے۔[1]

(۳۵) صادق صاحب نے ص۱۱۵ میں تیمم کا طریقہ بیان کیا ہے، مگر صرف ایک دفعہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا طریقہ بتلایا ہے، اس میں خیانت یہ کی ہے کہ ان تمام احادیث سے آنکھ بند کر لی ہے جن میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ جب احادیث دونوں طرح کی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کا طریقہ بتلایا جاتا۔

---

(۱) شیخ الکل فی الکل میاں صاحب دہلوی سے سوال کیا گیا، اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے (فتاوی نذیریہ ص۳۲۲/۱۷۰) پھر اس کو دلائل سے ثابت کر کے فرماتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جن موزوں کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کے اوپر مسح کے جواز پر نہ کتاب اللہ سے دلیل ہے نہ سنت رسول اللہ سے دلیل ہے نہ اجماع اور قیاس صحیح سے میاں صاحب کے اس فتویٰ کے بعد صادق صاحب کی بات بالکل بے وزن ہو جاتی ہے۔ (ایضاً ص۳۳۳)

دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمم میں دو دفعہ ہاتھ مارنا ہے، ایک چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت ہاتھ کیلئے (اھ[۱۸۰/۱])
دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، مصنف ابن ابی شیبہ، طحاوی، مستدرک، حاکم وغیرہ احادیث کی کتابوں میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کی متعدد روایتیں ہیں، مگر صادق صاحب اہلحدیث ہو کر ان تمام روایتوں کو چھوڑ رہے ہیں، جب کہ بڑے بڑے اجلاء محدثین اسی کے قائل ہیں۔ نواب صاحب بھوپالی الروضۃ الندیہ میں فرماتے ہیں۔ وذهب جماعة من الائمة والفقهاء الى ان الواجب ضربتان (ص[۱/۱۰۲]) یعنی ائمہ حدیث اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا واجب ہے۔

(۳۸) متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، بلکہ وجوب کا لفظ صراحۃً بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے۔ مثلاً خود صادق صاحب نے بخاری و مسلم کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل الجمعۃ واجب علی کل محتلم، یعنی حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ مگر چونکہ صادق صاحب اور ان جیسے غیر مقلدین محض نام کے اہلحدیث ہیں حدیث پر عمل کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے، اس وجہ سے دیکھئے صادق صاحب اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں واجب کے معنی ثابت اور لائق ترک ہیں، مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرنا نہایت اچھا ہے" ص[۱۱]

دیکھا آپ نے غیر مقلدوں کی حدیث رسول کے بارے میں تاویل! حدیث میں صاف لفظ وجوب کا ہے اور صادق صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر وجوب کا معنی، غسل کرنا بہت اچھا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صادق صاحب کو

وجوب کا یہ جدید مسئلہ بطور خاص تعلیم فرمائے گئے ہیں، مقلدین حدیث کی تاویل کریں تو حرام اور غیر مقلدین بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کو تاویل سے رد کر دیں تو جائز، واہ واہ کیا خوب انصاف ہے۔

(۳۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ "تارک صلوٰۃ اصحاب ظواہر کے نزدیک کافر ہے۔ امام مالک کے نزدیک کافر نہیں ہوتا مگر اس کو قتل کیا جائے گا، امام اعظم کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر ان کے فتویٰ کی رو سے قید شدید میں رکھنا چاہئے" (صـ ۱۲۱)

صادق صاحب نے اپنا مذہب نہیں بیان کیا کہ اس بارے میں غیر مقلدوں کا مذہب کیا ہے وہ اصحاب ظواہر میں سے ہیں کہ اصحاب مالک میں سے یا اصحاب امام اعظم میں سے، یہ غیر مقلدین چھپے رستم ہیں، چونکہ حدیث شریف میں صاف صاف تارک صلوٰۃ کو کافر کہا گیا ہے اور غیر مقلدین کا ان احادیث کے خلاف مذہب ہے، اس وجہ سے صادق صاحب نے غیر مقلدین کا مذہب نہیں بیان کیا اس موقع سے ان کو اصحاب ظواہر، امام مالک اور امام اعظم یاد آئے۔

(۴۰) صادق صاحب نے "نماز کے لاثانی محاسن" کے عنوان کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں، وہ زیادہ تر ضعیف ہیں، اور ان کو صادق صاحب نے تبلیغی نصاب کتاب کے جزء فضائل صلوٰۃ سے چرایا ہے۔ اور ان کی صداقت و دیانت کا حال یہ ہے کہ نام کہیں نہیں لیا کہ فضائل نماز کی یہ احادیث وہ کہاں سے لے رہے ہیں۔

صادق صاحب نے تقریباً ۲۵ احادیث ذکر کی ہیں، جن میں سے دس احادیث کے بارے میں عبد الرؤف غیر مقلد نے فتویٰ دیا ہے کہ وہ ضعیف ہیں، دوسری حرکت صادق صاحب نے نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر امانتدارانہ یہ کی ہے کہ جن احادیث کو ذکر کیا ہے ان کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے یہ صحاح کی احادیث ہیں۔ یعنی صحاح ستہ کی، جبکہ نمبر ۱، نمبر ۶، نمبر ۷، نمبر ۱۰، نمبر ۱۱، نمبر ۱۲، نمبر ۱۳، نمبر ۱۴، نمبر ۱۵ اور نمبر ۲۰ کا وجود صحاح ستہ میں نہیں ہے، اور صادق صاحب کی ذکر کردہ بعض احادیث کے بارے

یں عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں، انتہائی کمزور حدیث ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے، یا نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مرتبہ بدن پر۔ عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں، سخت ضعیف حدیث ہے، یا مثلاً نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے۔

غرض صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کو ضعیف بلکہ سخت ضعیف اور انتہائی کمزور احادیث سے بھر رکھا ہے۔ اور دھوکہ یہ دیا ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حوالہ دینے میں بھی دیانت اور صداقت کا ثبوت نہیں دیا۔

(صلوٰۃ الرسول عبدالرؤف ص۱۷) ضرور ملاحظہ فرمالیں۔

(۲۱) صادق صاحب سے اللہ سمجھے، بڑے بے ایمان واقع ہوئے ہیں، احادیث رسول کے بارے میں ان کی جرأت دیکھ کر مجھے اتنا سخت لفظ استعمال کرنا پڑا ہے، نماز کے اوقات کے بیان میں انھوں نے پہلی یہ حدیث ذکر کی ہے (اور حوالہ دیا ہے مسلم شریف کا)

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ الخ

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہوجائے تب ہوتا ہے، چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کو ہر زمانہ میں کچھ مؤخر کرکے پڑھنا چاہئے۔ سایہ ڈھلتے ہی ظہر کی نماز کا پڑھنا مناسب نہیں ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے، چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے۔ اور احناف کے مذہب کی صریح دلیل ہے، اس وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا من مانا ترجمہ اور مطلب بیان کرکے حدیث کا اصل مفہوم ہی مسخ کر دیا، اب ذرا صادق صاحب کا ترجمہ اور مطلب سنئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقت ظہر کا ہے جب آفتاب ڈھلے۔ اور (رہتا ہے اس وقت تک کہ)

ہو سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر، جب تک نہ آئے وقت عصر کا۔ ص۱۴۲

اہل علم غور فرمائیں۔ حدیث رسول کے الفاظ کیا ہیں، اور ان الفاظ کا مطلب کیا ہے، اور صادق صاحب اس کا مطلب کیا بیان کر رہے ہیں، چشم فلک نے حدیث رسول کے ساتھ اتنی دلیری، جہالت اور تحریفی کرشمے کی مثالیں کم ہی دیکھی ہوگی، اور اس جہالت و خیانت، بد دیانتی اور بے ایمانی کے باوجود کسی کو شوق ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم کی نماز نامی کتاب لکھے اور صادق صاحب جیسے لوگوں کو شوق ہوتا ہے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب لکھیں۔ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

میں دنیائے غیر مقلدیت سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ میں امانت و دیانت ہے تو صادق صاحب کے مطلب و معنی کو اس حدیث پاک کے الفاظ کی روشنی میں صحیح ثابت کریں، ورنہ اعلان کریں کہ صادق صاحب نے حدیث رسول پاک کا معنی و مطلب بیان کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے، اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کا پروگرام بنایا ہے۔

(۲۰۲) بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ، یعنی جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، اس کا صاف مفہوم ہے کہ آدمی کو سخت گرمی کے زمانہ میں نماز اس وقت پڑھنا چاہیئے جب آفتاب کی شدت کم ہو جائے اور دھوپ میں زوال کے وقت جیسی تیزی باقی نہ رہے۔ اور چونکہ غیر مقلدین کا عمل مسلم و بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے وہ شدت گرما کے زمانہ میں بھی ظہر کی نماز اول وقت پڑھتے ہیں۔ اسی وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا مطلب بھی الٹ پلٹ کر کے بالکل غلط بیان کیا، فرماتے ہیں

کہ مراد یہ ہے کہ شدت گرمی میں سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو تھوڑی دیر کر لو۔ ص۱۴۲

اللہ کے رسول تو فرمائیں کہ اتنی دیر کرو کہ سورج کی تمازت کم ہو جائے دھوپ کی تیزی ماند پڑ جائے، وقت ٹھنڈا ہو، اور ہمارے صادق صاحب آباء و اجداد کا عمل غلط ثابت نہ ہو محض اس کی رعایت میں حدیث کا غلط بیان فرما رہے ہیں کہ، تھوڑی سی دیر کر دو، یہ ہیں حدیث پر عمل کرنے والے اس زمانہ کے اہلحدیث۔

صادق صاحب کی بیحیائی کا عالم یہ ہے کہ حدیث کا معنی و مطلب غلط بیان کر کے

اعلان یہ کرتے ہیں کہ حضور نے ساری زندگی میں پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں۔ ص۱۲۶
براہ کرم اس کی بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں دیکھ لی جائے، صادق صاحب کے جھوٹ مزید عیاں ہو جائیں گے۔

(۴۳) صادق صاحب نے ص۱۴۶ میں مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، اس میں یہ جملہ بھی ہے۔ کیف انت اذا کانت علیک امراء یمیتون الصلٰوۃ او یؤخرون عن وقتھا ۔ اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تیرا کیا حال ہوگا جس وقت ہوں گے تجھ پر امام جو دیر کریں گے نماز کو یا دیر کریں گے اس کے مختار وقت سے " امراء کا ترجمہ امام کیا ہے، اور یمیتون کا ترجمہ دیر کریں گے کیا ہے، یہ ترجمہ صادق صاحب کی جہالت کا پتہ دیا آپ جب حدیث میں یؤخرون کا لفظ خود ہی آگے آ رہا ہے تو یمیتون کا ترجمہ دیر کرنا کیسے صحیح ہوگا، امراء کا ترجمہ امام کرنا بھی صادق صاحب کا اجتہاد ہے۔ اگر صادق صاحب فرمائیں کہ حدیث کا ترجمہ جو ہم نے کیا ہے وہی ترجمہ شراح حدیث بھی کرتے ہیں، تو عرض کیا جائے گا کہ شراح حدیث کی تقلید تو مقلدین کرتے ہیں آپ جیسے مجتہدین کی یہ شان نہیں ہے، آپ تو وہ ترجمہ کریں جو حدیث کے الفاظ کا تقاضا ہے۔

(۴۴) صادق صاحب نے ابو داؤد وغیرہ سے حضرت عبداللہ بن ... کی ایک ... ذکر کی ہے جس میں ہے کہ اذان کے کلمات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو دو بار تھے چونکہ غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے، اس وجہ سے صادق صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ جو فرمایا کہ حضور کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو تھے تو یہ تغلیباً فرمایا یعنی اللہ اکبر شروع میں چار بار اور لا الٰہ آخر میں ایک بار (ص۱۵۵)

دیکھئے صادق صاحب نے حدیثِ رسول کی کیسی تاویل کر دی؟ جس بات کا حدیث میں دور دور بھی ذکر نہیں ہے صادق صاحب اس کو اپنی طرف سے گڑھتے ہیں اور دعویٰ کرینگے کہ ہم لوگ ٹھیک ٹھیک حدیث پر عمل کرتے ہیں، کیا اس قسم کی تاویل کرکے حدیث پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا جاتا ہے؟۔

(۴۵) اذان کا طریقہ اور مسائل کے عنوان کے تحت صادق صاحب نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں تین حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب نے ان کا ضعیف ہونا بیان نہیں کیا۔ (۱) ایک حدیث ذکر کی ہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہو اور اقامت جلدی جلدی
عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں یہ سخت ضعیف ہے۔

(۲) دوسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان کہنے والا باوضو ہو۔ عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ "ضعیف ہے"

(۳) تیسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان دینے والا کانوں میں انگلیاں ڈالے۔
عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں کہ "سخت ضعیف ہے"۔

صادق صاحب نے اسی طرح سے اپنی اس کتاب کو ضعیف حدیثوں سے بھر رکھا ہے اور کمال ہے کہ کہیں بھی بتلایا نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ جہاں سے صادق صاحب ان احادیث کو نقل کرتے ہیں بہت سی حدیثوں کے بارے میں وہاں تصریح ہوتی ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب صداقت سے کام لیتے ہوئے خاموش رہتے ہیں۔ تاکہ ان کی کتاب پڑھنے والا سمجھے کہ صادق صاحب صحیح حدیثیں پیش کر رہے ہیں، کسقدر دھوکا دینا ہے!

(۴۶) صادق صاحب نے صفحہ ۱۶۰ پر ثابت کیا ہے کہ تکبیر کا بھی جواب دینا چاہئے اور اس بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، اس حدیث کے بارے میں عبدالرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں کہ "نہایت ضعیف روایت ہے" اللہ اکبر غیر مقلدین حضرات فرمائیں کہ کیا حنفیہ ہی کے لئے ضعیف روایتوں سے استدلال کرنا حرام ہے، یا وہ اپنے بارے میں بھی کچھ کہیں گے؟

(۴۷) صادق صاحب نے اذان کے بعد کہنے کی تین دعائیں نقل کی ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ "اگر اذان کے بعد تینوں ہی آپ پڑھ لیا کریں تو سبحان اللہ کیا ہی اچھی بات ہے" صفحہ ۱۶۱
صادق صاحب سبحان اللہ اور اچھی بات تو اس وقت ہوتی جب اللہ کے رسول سے ثابت

ہوتا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی تینوں دعائیں اکٹھی پڑھی ہیں، یا صحابہ کرام کا یہ عمل تھا! ورنہ تینوں دعاؤں کا پڑھنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ صحابہ کرام کے طریقہ کے خلاف ہوگا، جو کام آنحضورؐ کے طریقہ کے خلاف، اور جس پر صحابہ کرام کا بھی عمل نہ رہا ہو، وہ سبحان اللہ اور اچھی بات ہوگی؟ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات گڑھنا سب سے بڑی گمراہی ہے۔

(۴۸) صادق صاحب نے ص۱۶۸ حدیث ذکر کی ہے کہ جو اذان دے اسی کو تکبیر کہنے کا حق ہے اور نہیں بتلایا کہ وہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔

(۴۹) "مساجد میں نمازوں کا حساب" ص۱۷۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت انھوں نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا ہے، غیر مقلد عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں، ضعیف حدیث ہے۔ ذہبی نے اس کو منکر جدا کہا ہے یعنی بہت منکر حدیث ہے۔

(۵۰) ص۱۷۲ میں، عنوان قائم کیا ہے "مساجد بہشت کے باغ ہیں" اس کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں "ضعیف حدیث ہے"

(۵۱) ص۱۷۶ پر عنوان قائم کیا ہے، مسجد کی خبرگیری کرنے والے کو ایمان کا سرٹیفکٹ اور اس کے تحت حضرت ابو سعید خدری کی جو روایت ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا، عبدالرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں "ضعیف حدیث ہے"۔

(۵۲) صادق صاحب فرماتے ہیں "اور نیت کا زبان سے ادا کرنا نہ ہی رسول پاک کی سنت سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے" ص۱۸۲

اور صادق صاحب اس مسئلہ کو ایسا بیان کر رہے ہیں جیسے زبان سے نیت نہ کرنے والے کے پاس کوئی صریح دلیل ہے، اس مسئلہ میں صادق صاحب نے ابن قیم اور

ابن تیمیہ کی تقلید کی ہے۔ ورنہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی بات قطعاً ثابت نہیں ہے جس سے زبان سے نیت نہ کرنے پر استدلال کیا جا سکے۔ بہت سی چیزیں شریعت میں ایسی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہوتا ہے زبان نے اس کا اقرار مزید پختگی کیلئے ہوتا ہے۔ جیسے اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد کہ یہ اصلاً قلب کا فعل ہے مگر زبان سے بھی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مزید اس اعتقاد کی قوت کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح نماز کی نیتوں کا معاملہ ہے، نیت اصلاً قلب کا فعل ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنے سے قلب و زبان کی موافقت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ اصلاً محمود امر ہے، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ اس پر نکیر کرنا کوئی دین کی بات ہے، اس کتاب میں صادق صاحب نے پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے بہت جگہ استدلال کیا ہے، وہ ہی شیخ عبد القادر جیلانی تراویح کے بیان میں فرماتے ہیں۔ وهی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فهی خمس ترويحات كل اربعة منها ترويحة وينوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التراويح المسنونة اذا كان فردًا او اذا كان اماما او ماموما، یعنی تراویح بیس رکعت ہے، ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے گا اور سلام پھیرے گا، پس یہ پانچ ترویحے ہیں، ہر چار رکعت ایک ترویحہ ہوتا ہے، اور ہر دو رکعت میں یہ نیت کرے گا، میں دو رکعت مسنون تراویح کی نیت کرتا ہوں۔ خواہ تنہا ہو خواہ مقتدی یا امام ہو۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۹۶)

معلوم ہوا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زبان سے نیت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

(۵۳) صادق صاحب نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ابن خزیمہ سے ذکر کی ہے۔ اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع کے قریب ہے، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اس کی سند میں روح بن مسیب ہے، ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ حدیث بیان کرتا ہے، اور ابن حبان نے کہا

ہے کہ یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ،

(صلوٰۃ الرسول محقق)

معلوم نہیں صادق صاحب نے صلوٰۃ الرسول سکھلانے کیلئے اس قسم کی روایتوں کا کیوں انتخاب کیا ہے ۔

(۵۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ۔ (ص ۱۹) اور اس کی دلیل میں جو حدیث پیش کی ہے ، وہ یہ ہے ۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی ، یعنی اسی طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں ۔

اب صادق سے کوئی پوچھے کہ آنحضور یہ مردوں سے فرما رہے ہیں کہ عورتوں سے ، صلوا کے مخاطب مرد ہیں کہ عورتیں تو پھر اس مردوں والے خطاب میں عورتوں کو شامل کرنا کہاں سے جائز ہے ۔

غیر مقلد نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے اپنی متعدد کتابوں میں عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق کو بتلایا ہے ، تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب تبیین الرسول پر ایک نظر میں دیکھ لیں ۔

(۵۵) صادق صاحب نے آمین زور سے کہنے پر بڑا زور لگایا ہے ۔ ہم نے زمزم پرچہ میں بھی اس پر مفصل گفتگو کی ہے (۱) یہاں ناظرین سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی مدینہ سے باہر نہیں رہے ، پنجوقتہ نماز آپ مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے ، اگر تابعین و صحابہ کرام کا عمل آمین زور سے کہنے کا ہوتا تو مسجد نبوی امام مالک کے زمانہ میں اس آمین سے ضرور گونجتی ہوتی اور امام مالک کا مسلک زور سے آمین کہنے کا یقیناً ہوتا ، مگر امام مالک کا مذہب آمین زور سے کہنے کا نہیں ہے بلکہ آمین سراً کہنے کا ہے ۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل سراً آمین

(۱) دیکھو شمارہ نمبر جلد نمبر

کہنے کا تھا یا زور سے، امام مالک کوفہ کے نہیں تھے مدینہ کے تھے، اور اہل الرائے بھی نہیں تھے بلکہ اہلحدیث تھے، آخر انھوں نے کیوں سرّاً آمین کہنے کا مذہب اختیار کیا، اسی ایک بات سے غیر مقلدوں کے دلائل کا اندازہ لگ جاتا ہے۔

(۵۶) صفحہ سے کئی صفحات میں صادق نے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر طویل گفتگو کی ہے اس بارے میں حق کیا ہے اس کو جاننے کیلئے ہم ناظرین سے گذارش کریں گے کہ وہ ہماری کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ کا ضرور مطالعہ کریں نیز میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کے آخر میں بھی اس مسئلہ پر ایک طویل مضمون ہے اس کو دیکھ لیں انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلدین کا مذہب دلائل کے اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط نہیں ہے، چونکہ غیر مقلدین کو خود بھی اس کا شدید احساس ہے اس وجہ سے وہ احادیث رسول کو اپنے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ترجمہ میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔

جن احادیث میں صادق صاحب نے یہ حرکت کی ہے ہم اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۵۷) حضرت ابوہریرہ کی ایک حدیث جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور کا یہ ارشاد نقل کیا جس نے نماز بلا سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز ناقص ہے، تو حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا کہ، انا نکون وراء الامام؟ قال، اقرأ بہا فی نفسك (۱) یعنی ہم امام کے پیچھے بھی ہوتے ہیں؟ تو حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو، لیکن صادق صاحب نے اپنی طبیعت سے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے "تم آہستہ سے پڑھ لیا کرو" ہم آپ کہتے ہیں کہ اس کی بات سن کر میں نے اپنے جی میں کہا، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ آہستہ سے کہا؟ جی میں کہنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے اسی طرح جی میں پڑھنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے، دونوں کو ایک قرار دینا صاحب علم کا کام نہیں ہے۔

(۵۸) حضرت انسؓ کی ایک روایت کا آخری حصہ یہ ہے، ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ کچھ لوگوں نے آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت ۔۔

اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار کیا، پھر مذکورہ جملہ فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم میں کا کوئی اپنے جی میں سورہ فاتحہ پڑھ لے۔

اور صادق صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے چاہیئے کہ صرف سورہ فاتحہ آہستہ سے پڑھ لیا کریں" اور پھر مزید اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ "یعنی سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو اور پھر خاموشی سے قرأت سنا کرو"

صادق صاحب نے لیقرأ احدکم کا ترجمہ ہر ایک کیا ہے، جبکہ اس کا اصل ترجمہ ہے کوئی ایک یا تم میں کا کوئی اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہوتا کہ ہر ایک سورہ فاتحہ پڑھے تو آپ یوں فرماتے۔ ولیقرأ کل احدکم

(۵۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم ہی جو صحیح سند سے ثابت ہو، امت کے لئے واجب العمل ہوتا ہے" صفحہ ۲۰

اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ اگر عمل کے لئے صحیح سند ہی والے حکم کا ہونا ضروری ہے تو پھر آپ نے اس کتابچہ میں پچاسوں ضعیف حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں، اگر آپ کو ان کا ضعیف ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ ... حالت ہے اور اگر ضعیف ہونا معلوم تھا تو بلا اس کا ضعف ظاہر کئے اس کا ذکر کرنا خیانت ہے۔

ثانیاً میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ اگر آپ اس دعوی میں سچے ہیں کہ کسی مسئلہ میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند والا ایک ہی حکم واجب العمل ہوتا ہے تو براہ کرم قرأت خلف الامام ہی کے بارے میں اس حدیث پر آپ عمل کر کے دکھائیے۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا اکبر فکبروا واذا اقرأ فانصتوا واذا اقرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ، (روایت جریر عن قتادہ مسلم شریف باب التشہد حدیث نمبر ۴۰۴.)

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفوں کو

سیدھا کر دیں پھر تم میں کا کوئی شخص امامت کرائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اس طرح کرنے سے اللہ تم سے محبت رکھے گا۔

یہ روایت مسلم شریف کی ہے، اور مسلم شریف کی روایتوں کے بارے میں غیر مقلد کے اکابر فرماتے ہیں کہ سب صحیح ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ دیکھو) اور یہ روایت قرآن کے اس ارشاد کے عین مطابق بھی ہے۔ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو۔ جس کے بارے میں ابن تیمیہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ نماز کے بارے میں ہے، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن پاک کا یہ ارشاد نماز کے بارے میں ہے، غرض مسلم شریف کی یہ روایت صحیح بھی ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے موافق بھی ہے مگر ایک غیر مقلد بھی اس صحیح اور قرآن سے موافقت رکھنے والی روایت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ہاں یہ قوالی صادق سیالکوٹی صاحب جیسے لوگ ضرور گائیں گے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم بھی عمل کے واجب ہونے کیلئے کافی ہے۔

ایک طرف تو یہ غیر مقلدین اہلحدیث ہونے کا دم بھریں گے اور محدثین سے محبت کا ڈھونگ رچائیں گے اور دوسری طرف محدثین کے عمل اور اسوہ اور ان کی تحقیق سے بڑی بے رخی سے منہ بھی موڑیں گے۔ اسی مسئلہ قرأت خلف الامام میں بڑے بڑے اجلہ محدثین کی غیر مقلدین نے مخالفت کی ہے۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد محدث کو خود اعتراف ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل قرأت خلف الامام کو واجب نہیں سمجھتے تھے اور ابن تیمیہ تو امام کے پیچھے جہری نمازیں مقتدی کے خاموش رہنے کو واجب جانتے تھے یہ کبار محدث ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے خاموش رہنا اور اس کی قرأت کو کان لگا کر سننا واجب ہے۔ (۱)

---

(۱) اس مسئلہ پر مکمل بحث میری کتاب لمحۂ فکریہ اور مسائل غیر مقلدین اور زمزم کے شماروں میں موجود ہے، ناظرین ان کا ضرور مطالعہ کریں۔

ایک ایسا مسئلہ جس میں شروع ہی سے صحابہ کرام اور محدثین عظام اور اہل اسلام کی رائیں الگ الگ رہی ہیں اس کے بارے میں تشدد کا رویہ اختیار کرنا غیر مقلدین ہی جیسے لوگوں کا کام ہے یہ اس طرح کی باتیں کہہ کر کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، صحابہ کرام تابعین، فقہائے امت اور محدثین کی بابرکت جماعت کی ایک بڑی تعداد کی نماز کو باطل ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، جو لوگ اسلاف کے بارے میں اس طرح کی زبان درازی کریں ان کو خود اپنے بارہ میں فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ وہ کیا ہیں۔

(۶۰) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی یہ کہیں ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ ص ۲۲۲

صادق صادق صاحب مقتدی کو یہ دعا پڑھنے کا اپنی طرف سے حکم کر رہے ہیں، ورنہ آنحضور کا ارشاد مبارک بخاری و مسلم اور دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ مقتدی صرف ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد کہے، صحابہ کرام میں سے کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر یہ دعا پڑھتے تھے، صرف ایک صاحب کا ایک دفعہ کا واقعہ ہے، اور جو بات صرف ایک دفعہ ثابت ہو تو وہ عمل مسنون نہیں ہوتا۔

(۶۱) صادق صاحب نے رفع یدین کے مسئلہ میں بہت زور دکھلایا ہے، اس بارے میں زمزم اور مسائل غیر مقلدین میں کافی لکھا جا چکا ہے، ناظرین ان کا مطالعہ کریں، معلوم نہیں کہ غیر مقلدین رفع یدین جیسے مسئلہ میں اتنا تشدد کیوں برتتے ہیں، جبکہ بقول حضرت میاں صاحب دہلوی رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہیں، اور احادیث سے دونوں ثابت ہیں (فتاویٰ نذیریہ) تو اب ایک سنت پر اصرار اور دوسری کا انکار معلوم نہیں کون سی دینداری کی بات ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بہت سے صحابہ و تابعین کا عمل تھا اور سفیان ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، اور یہی مذہب تمام اہل کوفہ کا تھا۔

(ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

اور اگر امام بخاری کی بات غیر مقلدین مانیں تو انھوں نے جزء رفع یدین میں

میں السجدتین یعنی دونوں سجدوں کے درمیان والی بھی روایت ذکر کی ہے (جزء رفع یدین)
غیر مقلدین اس پر بھی عمل کریں اور ہر ہر تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین کی روایت ذکر
کی ہے اس پر بھی عمل کریں، جب رفع یدین کرنا ہے تو رفع یدین کی تمام روایات پر عمل کریں۔
ورنہ تمام صحیح حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ محض دعویٰ ہی ہوگا اور مقلدین اور عمل بالحدیث
کے مدعیوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

(۶۲) صادق صاحب نے صفحہ ۲۳۴ میں امام مالک کا مذہب بھی رفع یدین کرنا بتلایا ہے،
جو غیر تحقیقی بات ہے، مالکیہ کی فقہی کتابوں میں اس کے خلاف لکھا ہے۔ میں نے زمزم میں اس کو
ظاہر کر دیا ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں تو صاف لکھا ہے۔

المالکیۃ قالوا رفع الیدین حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام مندوب
وفیما عدا ذلک مکروہ۔ صفحہ ۲۵۰/۱۷۰

یعنی مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تو شانوں تک رفع یدین مندوب
ہے، لیکن اس کے سوا مکروہ ہے۔

(۶۳) صادق صاحب صفحہ ۲۴۲ میں فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے
کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔ اگر صادق صاحب سچے ہیں کہ بلا رفع یدین کے
نماز میں نقصان ہے تو اس بارے میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نص صریح پیش
کریں، ورنہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا صریح گمراہی ہے، اگر آنحضور صلے اللہ
علیہ وسلم سے نص صریح نہ پیش کر سکیں تو کسی صحابی سے اپنی اس بات کو ثابت کر دکھائیں،
یا بتلائیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کس کا یہ قول ہے کہ بلا رفع یدین نماز ناقص ہوتی ہے ——
غیر مقلدین نے نماز کے مسائل کو اپنے گھر کا مسئلہ بنالیا ہے کیا؟

(۶۴) صادق صاحب صفحہ ۲۶۸ میں تشہد میں انگلی کس طرح اور کب اٹھائی جائے،
اس کے بیان میں فرماتے ہیں:

"رسول پاک کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے التحیات میں انگلی

اٹھائیں اس طرح کہ جب کلمہ شہادت پر پہونچیں تو اپنے انگوٹھے کو درمیانی انگلی کے بیچ میں رکھ کر حلقہ بنا کر انگشت شہادت کو اشہد کہتے ہی اٹھائیں"

صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور جب نماز میں بیٹھتے تو انگشت شہادت سے کئے ہوئے یعنی روع التحیات سے اخیر تک اشارہ کئے رہتے "

ناظرین غور فرمالیں اوپر والی بات کچھ ہے اور یہاں کچھ کہا جارہا ہے، ابھی یہ بیچارے بلا تشہد میں انگلی کب اٹھائی جائے اسی میں پریشان ہیں، اور دعویٰ ہے کہ وہ دوسروں کو رسول اکرم کی نماز سکھلائیں گے۔

(۶۵) صفحہ ۲۷ پر صادق صاحب فرماتے ہیں، بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہئے۔

یہ تو صادق صاحب کا فرمان ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انما سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب رجلك اليمنى وتثنى اليسرىٰ (بخاری ص ۱۱۴/۱) یعنی نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنا داہنا پاؤں کھڑا کر کے اور بایاں پاؤں موڑ کر کے بیٹھو۔

بعض روایات میں صراحۃ تورک یعنی تشہد میں سرین پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً حضرت انس کی روایت مجمع الزوائد میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن الاقعاء والتورك فی الصلوٰۃ (ص ۸۶/۲) یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع کیا ہے۔ اقعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر رکھ کر دونوں پاؤں کھڑا کرلیا جائے۔ اور تورک سرین کو زمین سے ٹیک کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

صادق صاحب کی صداقت کا کمال یہ ہے کہ صرف اپنے مطلب والی روایات وہ نقل کرتے ہیں حالانکہ اہل حدیث ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ وہ احادیث میں مذکور نماز کے تمام طریقوں کو سنت بتلائیں۔ مگر یہ تو پیروی اپنی کرانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں، صلوٰۃ الرسول نام محض دھوکہ کا رکھا ہے۔

(۶۶) صادق صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی نماز کا تمام ہونا تکبیر کہنے کے ساتھ پہچان لیتا تھا، پھر فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہیئے (ص۲۹۲)

صادق صاحب نے معلوم نہیں مقتدیوں کے لئے کیسے یہ حکم جاری کر دیا، جبکہ یہ حکم زیادہ سے زیادہ امام کے لئے بتلانا چاہیئے تھا، کیا کسی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مقتدی ہو کر کبھی بلند آواز سے نماز ختم ہونے پر اللہ اکبر کہتے تھے؟ یا یہ صحابہ کرام کا یہ معمول تھا؟ ذرا صادق صاحب وہ حدیث تو پیش کریں جس میں اس کا ذکر ہو کہ صحابہ کرام کبھی نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ دین میں اپنی طرف سے مسئلہ گڑھنا اہلحدیث مذہب میں کب سے جائز ہو گیا ہے؟

(ص۳۱۱)

(۶۷) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔ یہ صادق صاحب کی پرانی تحقیق ہے، آج کل کے البانیوں وابن بازیوں، غیر مقلدوں وسلفیوں کی تحقیق جدید یہ ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور خلافِ سنت ہے۔

(۶۸) صادق صاحب نے وتر کے بیان میں فرمایا ہے کہ وتر کی رکعتیں ایک سے نو تک ہیں۔ مگر ہمیں کوئی غیر مقلد پانچ سات اور نو وتر پڑھتا نظر نہیں آتا، غیر مقلدین کو چاہیئے کہ اس سنت کو بھی زندہ کریں، رفع یدین اور آمین بالجہر والی سنت کم از کم ان کی مساجد میں زندہ ہے، مگر پانچ، سات، اور نو وتر پڑھنے والی سنت ان کی مساجد میں بھی مردہ ہے، تو اس سنت کو زندہ کرنے کے لیئے ان کو میدان میں اتر آنا چاہیئے اور دو ایک رسالہ اس بارے میں بھی صادق صاحب جیسے لوگوں کو تحریر کرنا چاہیئے۔

(۶۹) صادق صاحب نے نماز تراویح کا بیان بھی کیا ہے اور آٹھ رکعت تراویح کا غیر مقلدانہ نغمہ الاپا ہے اور یہ کہ تہجد اور تراویح کی نماز ایک ہی ہے، مگر تراویح کی نماز وتر کے ساتھ مل ملا کر کتنی رکعتیں مسنون ہیں اس کا تفصیلی بیان صادق صاحب نے نہیں کیا اور نہ یہ بتلایا کہ نو رکعت وتر مسنون کے ساتھ کے رکعت تراویح پڑھی جائے گی، امید ہے کہ

کوئی دوسرا غیر مقلد اس مسئلہ کو حل کرے گا۔ تراویح کے بارے میں صادق صاحب کا بیان اتنا الجھا ہوا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے نزدیک وتر کے ساتھ تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں۔

صادق صاحب نے تراویح کے بیان میں ایک دلچسپ بات یہ فرمائی ہے۔

"نبی رحمت نے رات کی نماز تہجد کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سوئیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔"

سارے اللہ والے رمضان شریف کی راتوں میں اللہ کو یاد کریں، نوافل اور تہجد میں وقت گذاریں۔ اور صادق صاحب کا وعظ یہ ہے کہ تم لوگ رمضان کی بابرکت راتوں میں نیند کا مزہ لو آرام کرو۔

ناظرین کرام سے میں گزارش کروں گا کہ تراویح کے مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے احقر کا مضمون جو زمزم کے شمارہ نمبر ۱۴ جلد نمبر ۳ میں شائع ہوا ہے اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۲۰) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو بھی سنت بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں: تکبیر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

بھوپالی نواب صاحب سورہ فاتحہ کو واجب اور فرض بتلاتے ہیں، اور بلا اس کے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۹۲) فتاویٰ علمائے اہلحدیث میں بھی یہی لکھا ہے (ص ۱۸۵ ج ۵) اور غیر مقلدین کے مقتدیٰ و پیشوا ابن قیم فرماتے ہیں کہ صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ جنازہ میں مقصود میت کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے نہ کہ قرآن کا پڑھنا۔ (زاد المعاد)

اس مسئلہ کی پوری بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا مذہب ابھی خود ہی واضح نہیں ہے تو یہ بیچارے دوسروں